رسائل و مسائل

کیا اللہ کو گناہ کر کے توبہ کرنے والے لوگ مطلوب ہیں؟

ایک حدیث ہے کہ ابو ایوب انصاری ؓ جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ اگر تم سب لوگ ملائکہ کی طرح بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق پیدا کر دے گا جو گناہ کر کے توبہ کریں گے (صحیح مسلم)۔

اس حدیث کی تشریح کے سلسلے میں ذہن میں ایک کھٹک سی پیدا ہوتی ہے۔ براہ کرم آپ اس حدیث کے بارے میں محدثین کی آرا اور خود اپنی رائے بھی تحریر فرمائیں۔

آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے، وہ صحیح مسلم "کتاب التوبہ باب سقوط الذنوب بالاستغفار و التوبہ" میں دو سندوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ ابو ایوب انصاری ؓ کی اس روایت کے بعد اسی مضمون کی ابو ہریرہ ؓ کی ایک روایت بھی صحیح مسلم میں نقل ہوئی ہے۔ تینوں احادیث کا مفہوم ایک ہی ہے۔

یہ حدیث سنداً تو بالکل صحیح حدیث ہے، اس لیے صحیح مسلم ان کتابوں میں شامل ہے جو صحیح احادیث ہی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے آپ پہلے تین باتوں کو اپنے ذہن میں رکھیں تاکہ الجھن اور کھٹک کا ازالہ ہو جائے۔

۱۔ کسی حدیث اور آیت کی تشریح و تفسیر کے لیے موضوع سے متعلق دوسری احادیث و آیات کو سامنے رکھنا چاہیے۔

۲۔ بعض احادیث و آیات کا اسلوب بیان قانونی ہوتا ہے جس میں محدود و مخصوص الفاظ میں شریعت کے قانون اور ضابطے کی وضاحت مقصود ہوتی ہے، اور بعض احادیث و آیات کا اسلوب خطیبانہ اور واعظانہ ہوتا ہے، جس میں حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس نوع کے واعظانہ، خطیبانہ اور ترغیبی یا ترہیبی کلام میں الفاظ کا لغوی مفہوم مراد نہیں ہوتا بلکہ جذبات کو ابھارنا اور عمل پر آمادہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس قسم کے الفاظ میں مبالغہ اور فرضی قسم کی مثالیں بھی بیان ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ قانون ساز بھی تھے اور واعظ بھی تھے۔ اس لیے آپ کے کلام میں دونوں پہلو جلوہ گر ہوتے ہیں۔ سخن

فہمی کا ذوق سلیم رکھنے والا شخص موقع و محل کی مناسبت سے اور دوسری احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ؐ کا منشا معلوم کر سکتا ہے۔

۳- خلافت ارضی کا منصب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نہیں بلکہ انسان کو دیا ہے۔ فرشتوں کے اندر گناہ کی سرے سے قوت ہی نہیں ہے۔ اگر ان کو زمین کی خلافت دی جاتی تو اللہ کی قہار، جبار، عفو، تواب اور غفار کی صفات کا ظہور نہیں ہو سکتا تھا۔ انسان کے اندر خیر کی قوت کے ساتھ شر کی قوت بھی رکھی گئی ہے۔ اس کا نفس امارہ بالسوء بھی ہے اور لوامہ یا مطمئنہ بھی ہے۔ انسان کبھی عالم بالا اور ملکیت کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور کبھی عالم سفلی اور بہیمیت کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ انسان کامل یعنی نبی سے چونکہ اصلاح اور دعوت و ارشاد کا کام لیا جاتا ہے، اس لیے بشر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں اور برائیوں سے محفوظ و معصوم رکھتا ہے۔ لیکن باقی انسان اپنے اعمال کے اعتبار سے رحمت و مغفرت کا مظہر بھی ہوتے ہیں اور قہر و غضب کا مظہر بھی ہوتے ہیں۔ و اللہ علیم حکیم۔

پہلے قاعدے کی روشنی میں جب ہم اس حدیث پر غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اصل مقصد گناہوں پر آمادہ کرنا نہیں ہے، بلکہ توبہ و استغفار کی ترغیب دلانا ہے اور مایوسی کے احساس کا ازالہ کرنا پیش نظر ہے۔ اس لیے کہ متعدد آیات و احادیث میں اللہ و رسول ؐ کی نافرمانی سے اور گناہوں کے ارتکاب سے روکا گیا ہے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی و بشری کمزوری کی بنا پر گناہوں کا صدور تو ہوتا رہے گا۔ اگر ان کو توبہ و استغفار کی فضیلت و اہمیت نہ بتائی جائے تو وہ مایوسی کا شکار ہو کر مزید گناہ کریں گے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً کا بھی یہی مفہوم ہے۔ اگرچہ اللہ کی رحمت و مغفرت کے بھروسے پر گناہوں کا ارتکاب کرنا حماقت و بغاوت ہے، لیکن گناہ سرزد ہو جانے کے بعد اللہ کی اس رحمت و مغفرت سے مایوس ہو جانا بھی حماقت و جہالت ہی کی ایک قسم ہے۔

یہی بات زیر بحث حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ مغفرت و رحمت اللہ کی صفت ہے اس کا ظہور ہو کر رہے گا۔ اگر بالفرض تمھارے گناہ سرے سے موجود ہی نہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری مخلوق پیدا کر دے گا جو گناہ کرنے کے بعد مایوس نہیں ہوگی بلکہ توبہ و استغفار کرے گی۔ لہٰذا تم سے بھی اگر گناہ صادر ہو جائے تو مایوس ہونے کی بجائے توبہ و استغفار کے حکم پر عمل کرو۔ نہ صرف یہ کہ توبہ و استغفار سے تمھارے گناہ معاف ہو جائیں گے، بلکہ یبدل اللہ سیئاتھم حسنات سے معلوم ہوتا ہے کہ مزید حسنات و درجات سے بھی نوازے جاؤ گے۔

دوسرے قاعدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ زیر بحث حدیث میں اسلوب کلام خطیبانہ اور واعظانہ ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ تم گناہ کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے، بلکہ مقصد

یہ ہے کہ چونکہ تم سے گناہ صادر ہوتے ہیں اس لیے توبہ و استغفار کرو تاکہ اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔ گناہ کے صدور کی خبر دے کر توبہ کا حکم دیا گیا ہے 'گناہ کا حکم دے کر توبہ کا حکم نہیں دیا گیا۔

تیسرے قاعدے کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی خلافت معصوموں کے لیے نہیں ہے بلکہ انسانوں کے لیے ہے ' جو رحمت کا مظہر بھی ہیں اور غضب کا مظہر بھی ہیں۔ حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ میں دوسری مخلوق پیدا کرتا ہوں ' بلکہ یوں کہا گیا ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو میں دوسری مخلوق پیدا کر دیتا ' لیکن چونکہ تم گناہ کرتے ہو تو صفت غفاریت کے ظہور کے لیے دوسری مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ انسان گناہ کرتے رہیں گے ' لیکن اللہ بھی مغفرت فرماتے رہیں گے ' بشرطیکہ انسان توبہ و استغفار کرتا رہے۔ اس لیے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ (گوہر رحمٰن)

پرانے قبرستان پر مسجد کی تعمیر

ہمارے گاؤں کا ایک قبرستان ہے ' جس میں اکثر قبروں کے آثار تک ختم ہو چکے ہیں۔ اس پر محکمہ تعلیم نے پرائمری سکول تعمیر کیا۔ اب قبرستان سے ملحقہ محلے والوں نے ایک دارالعلوم اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی ہے۔ واضح فرمائیں کہ اس قبرستان پر پہلے سکول کی ' اور اب دارالعلوم اور مسجد کی تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

قبرستان کی زمین اگر مشترکہ ملکیت ہے ' اور مالکان نے قبرستان کے لیے ابتدا میں وقف نہیں کی تھی بلکہ ویسے ہی اس میں مردے دفنانے شروع کر دیے تھے تو اب ' جبکہ قبرستان بہت پرانا ہو چکا ہے اور قبروں کے نشانات باقی نہیں رہے ' اس جگہ مسجد ' مدرسہ یا سکول کے لیے عمارت بنانا جائز ہے ' بشرطیکہ تمام مالکان راضی ہوں۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ "اور اگر میت کی لاش پرانی ہو کر مٹی سے مل جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا یا اس میں فصل اگانا یا اس پر کوئی عمارت بنانا جائز ہے" (عالمگیری ' ص ۱۶۷۔ شامی ' ص ۸۳۵)۔

لیکن اگر قبرستان مردے دفنانے کے لیے ابتدا ہی سے وقف چلا آ رہا ہے ---اور بظاہر آپ کی بستی کے قبرستان کی حالت ایسی ہی معلوم ہوتی ہے --- تو اس صورت میں ' اگر گاؤں کے لوگوں کو مردے دفنانے کے لیے اس کی ضرورت باقی ہے اور وہ اسے قبروں ہی کے لیے استعمال کرتے ہیں ' اس پر سکول ' مدرسہ یا مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ واقفین (وقف کرنے والوں) نے اسے مردے دفنانے ہی کے لیے وقف کیا تھا۔ جب تک یہ ضرورت باقی ہے اس وقت تک اس جگہ کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں ہے ' اگرچہ دوسرے مقاصد نیک بھی ہوں۔

فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الوقف میں لکھا ہے: "شمس الائمہ اوزجندی ؒ سے سوال کیا گیا تھا کہ قبرستان جب پرانا ہو جائے' اور اس میں مردوں کے آثار باقی نہ رہیں' نہ ہڈی اور نہ کوئی اور چیز' تو اس صورت حال میں اس قبرستان میں غلہ اگانا اور اس سے آمدن حاصل کرنا جائز ہے؟ فرمایا' نہیں۔ اسے قبرستان ہی کا حکم حاصل ہے۔ محیط میں بھی اسی طرح کہا گیا ہے۔ محشی نے کہا ہے کہ اوزجندی کا یہ قول زیلعی کے اس قول کے منافی نہیں ہے جو اس نے تبیین کے باب الجنائز میں کہا ہے کہ جب میت کی لاش پرانی ہو کر مٹی میں مل جائے تو قبرستان میں غلہ اگانا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے اس لیے کہ یہاں پر مانع قبرستان کی زمین کا وقف ہونا ہے تو اس وجہ سے مردے دفنانے کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے"۔

ابن عابدین شامی ؒ نے بھی کہا ہے کہ وقف کی شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے' جب کہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں (شامی' ج ۳' ص ۴۹۹)۔

لیکن' اگر بستی کے لوگوں کو قبرستان کی اب ضرورت نہ ہو اور انھوں نے اس میں اپنے مردے دفنانا ترک کر دیا ہو' تو ایسی حالت میں اس کو ذاتی استعمال میں لانا اور اس پر مالکانہ قبضہ کرنا تو جائز نہیں ہے' لیکن اس پر مسجد بنانا جائز ہے۔ اس لیے کہ مسجد بھی وقف ہے اور قبرستان بھی وقف ہے' اور ایک وقف کو دوسرے وقف میں تبدیل کیا جاسکتا ہے جبکہ پہلے وقف کی ضرورت باقی نہ رہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: "اگر تو پوچھے کہ آیا مسلمانوں کی قبروں پر مسجد بنانا جائز ہے' تو میں کہوں گا کہ ابن القاسم ؒ نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کا کوئی قبرستان پرانا ہو جائے اور اس پر لوگوں نے مسجد بنا لی ہو' تو میں اس میں کوئی مضایقہ نہیں سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا قبرستان مردے دفنانے کے لیے وقف ہے اور کسی کو اس پر مالکانہ قبضہ جمانا جائز نہیں ہے۔ لیکن جب وہ پرانا ہو گیا ہو اور لوگوں کو اس میں اپنے مردے دفنانے کی حاجت باقی نہ رہی ہو' تو اس وقف کو مسجد میں منتقل کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ مسجد بھی مسلمانوں کا وقف ہوتی ہے جس پر مالکانہ قبضہ کسی کے لیے جائز نہیں ہے (گوہر رحمٰن)۔

بنک کا سود

۱۔ مجھے کسی عالم نے بتلایا کہ بنک کے سود کی رقم استعمال میں نہیں لانی چاہیے' بلکہ کسی ضرورت مند کو دے دینی چاہیے۔ نیکی یا اللہ واسطے کی نیت سے نہیں' بلکہ غلط رقم کے استعمال سے بچنے کی غرض سے۔ میں اس پر عمل کر رہا ہوں کیوں کہ بنک کے پاس چھوڑنا بھی ٹھیک نہیں۔ کیا یہ طریق کار ٹھیک ہے؟

۲۔ ہمارے محلے میں مسجد کی رقومات ایک صاحب کے پاس رہتی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بنک میں

رکھی جائیں۔ دوسرے لوگ سود کی وجہ سے اسے قابل اعتراض قرار دیتے ہیں۔ ہمارے لیے صحیح راستہ کیا ہے؟

۱۔ بنک کا ادا کردہ منافع سودی ہوتا ہے۔ اس کا مصرف مضطر فقرا اور مساکین ہوتے ہیں۔ جس عالم دین نے آپ کو یہ مسئلہ بتلایا ہے کہ اسے اپنے استعمال میں نہ لائیں اور بنک کے پاس بھی نہ رہنے دیں، انھوں نے صحیح مسئلہ بتلایا ہے۔ یہ بات حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ جس مال حرام کو اس کے اصل مالک کو واپس نہ کیا جاسکتا ہو اسے حالت اضطراری میں مبتلا فقرا اور مساکین میں صرف کیا جائے کہ وہی اس کا مصرف ہیں۔ اکثر علما کا یہی مسلک ہے۔

۲۔ مسجد فنڈ آپ بنک میں رکھ سکتے ہیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ میں سود نہیں لگتا لہٰذا آپ کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم رکھ دیں۔ اس میں سے زکوٰۃ بھی نہیں کاٹی جاتی۔ بنک میں بطور امانت رکھی ہوئی رقم پر اگر سود لگ جائے تو بنک سے لے کر مفلوک الحال مسلمانوں کو دے دیا جائے۔ بوسنیا اور کشمیر کے مجاہدین اور مہاجرین پر خصوصی توجہ دی جائے۔ (عبد المالک)

درود میں آل کا لفظ

رسول اللہ ؐ پر درود پڑھنے میں آل کو شامل نہ کرنے پر کچھ لوگ معترض ہوتے ہیں۔ صحیح صورت کیا ہے؟

قرآن پاک میں اہل ایمان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حکم میں آل کو آپ ؐ کے ساتھ شامل نہیں کیا گیا۔ مثلاً اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً۔ قرآن پاک کی اس آیت میں آل کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اکثر احادیث میں بھی صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ و سلام بھیجنے کا حکم ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا: "رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی" یعنی ذلیل ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (ترمذی شریف)۔

اسی طرح آپ ؐ کا ارشاد ہے: "البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی" جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہی درحقیقت بخیل ہے (ترمذی شریف)۔

بعض احادیث میں آپ کے بالتبع آل کو بھی صلوۃ و سلام میں شریک کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ قرآن پاک اور احادیث کے مجموعے پر نظر رکھتے ہوئے علما نے جو فیصلے دیے ہیں ان کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک آنے پر آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا تو ضروری ہے اور آل کو آپ کے بالتبع اس میں شریک کرنا جائز اور مستحب ہے، ضروری نہیں ہے۔ اس لیے صلی اللہ علیہ وسلم اور صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم دونوں طرح پڑھنا اور لکھنا جائز ہے (عبد المالک)۔

مختلف مسلک کے امام کے پیچھے نماز

ہمارے ہاں دو مساجد ہیں: ایک بریلوی حضرات کی' اور دوسری دیوبندی حضرات کی ہے۔ ہمارے مولوی صاحب شرک وبدعت اور بریلوی حضرات کے کٹر مخالف ہیں۔ میں جماعتی تربیت کے زیر اثر اپنے ہم مسلک لوگوں کے برخلاف' بریلوی امام کے پیچھے عام نماز اور نماز جنازہ پڑھ لیتا ہوں۔ میرا یہ عمل میرے ہم مسلک ساتھیوں کو برا لگتا ہے۔ کل نماز جمعہ کے خطبہ میں ہمارے مولوی صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ بریلوی مشرک ہیں اور کسی طور پر بھی ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی' بلکہ مقتدی پر الٹا گناہ ہوتا ہے۔ ہمارے مولوی صاحب جانتے ہیں کہ میں جماعت اسلامی کا آدمی ہوں۔ وہ قبل ازیں دبے الفاظ میں مجھ سے بریلوی حضرات سے مکمل اجتناب کا کہتے رہے ہیں۔ اور میں ان سے یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ مسلمان ہیں۔ اگر ان کے کچھ عقاید خراب ہیں تو نماز پڑھ لینے میں کوئی مضایقہ نہیں۔ نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ مگر وہ فرماتے ہیں کہ یہ مشرک ہیں' ان سے تعلق داری بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔ انھوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کا وہ فتویٰ بھی سنایا ہے کہ بریلوی حضرات کا مسلک مشرکانہ ہے لہٰذا ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام ہے۔ اب ان کے فتویٰ نما انتباہ کے پیش نظر آپ سے رجوع کر رہا ہوں کہ اندریں حالات مجھے کیا کرنا چاہیے؟

گرامی نامہ پڑھا۔ خوشی ہوئی کہ آپ جمہور امت کے فیصلہ پر عمل پیرا ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کے محققین جمہور علمائے اہل سنت (دیوبندی' اہل حدیث اور بریلوی) ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے قائل ہیں۔ یہی مسلک مفتیٰ بہ ہے۔ جماعت اسلامی پاکستان اسی راہ اعتدال پر قائم ہے اور اسی کی داعی ہے۔ آپ اسی موقف پر قائم رہیے۔ عامۃ المسلمین اسی نظریے کو درست سمجھتے ہیں۔ بریلوی علما توحید و سنت کی جو تشریح کرتے ہیں' ان میں سے بعض ہماری رائے میں بھی سلف صالحین کی تعبیر و تشریح سے مطابقت نہیں رکھتیں' لیکن اس کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔ بلاوجہ غصے میں آکر ایک محدود دائرہ میں بند ہو کر فتویٰ بازی کا کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ مثبت انداز میں توحید و سنت کی اشاعت کیجیے۔ بریلوی علما کی بعض تشریح سے علمی اختلاف کے باوجود ان پر طعن و تشنیع' الزام تراشی' تحقیر و تذلیل کی اجازت نہیں دی جا سکتی' کہ تمام مکاتبِ فکر کے حق پسند علما کا یہی نظریہ ہے۔ آپ فریقین سے حسب سابق دوستانہ روابط رکھیں اور انھیں ایک دوسرے کے قریب کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اصلاح ذات البین بہت بڑی نیکی ہے' بلکہ اس وقت نیکیوں میں سرفہرست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں (عبد المالک)۔